

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقشِ آغاز

ہزار سالہ عظمتوں کا جنازہ

وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون

وہ دیکھو ڈھاکہ فتح ہو گیا اور سقوطِ مشرقی پاکستان کے ساتھ اسلام کے لحاظ سے نہیں۔ مگر مسلمانوں کے لحاظ سے دنیا کی عظیم اسلامی مملکت سرنگرن ہو گئی۔ وما تشاءون الا ان یشاء اللہ ان اللہ کان عذیمًا حکیمًا۔ برصغیر پر افقِ مغرب سے طلوع ہونے والا فتح و کامرانی کا روشن ستارہ مشرق کی وادیوں میں ٹوٹ گیا۔ آج ویلے کے ساحل پر محمد بن قاسم کا لہرایا ہوا پرچم سرنگوں ہے۔ احمد شاہ ابدلی کی عظمتوں کا آئینہ چکنا چور ہو گیا ہے۔ اور سونمات کا جامد اور ساکت بتِ محمود و غزنوی کی ناخلف اولاد پر قہقہے لگا رہا ہے، جو گلشنِ محمد بن قاسم سے لیکر اوزنگزیب اور سید احمد شہید و محمود الحسن کے خون سے سینچا گیا۔ آج وہ ابڑا ابڑا سا ہے۔ پاکستان ہماری خوابوں کا آئینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے اہلِ کافر ذرہ ہماری تصویر پر خندہ زن ہے۔ اللہ کی رسی۔ اسلام۔ کو کاٹ کر مشرق و مغرب کو لانے کیلئے ہماری تمام تدبیریں نہ صرف ناکامی بلکہ اس شرمناک رسوائی میں اضافہ کا باعث بن گئیں اور آج ملتِ اسلامیہ کے ساتھ کروڑ جگہ پار سے ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایہا النفس اجلیٰ حیزعاً فان ما تحذرن قد وقعاً

یارائے صبر و شکیب نہیں نہ صبر کا مقام ہے۔ نالہ و شیون کا طوفان برپا کیجئے۔ اور اگر ضمیر و احساسِ ندامت کا ساتھ نہ دے اور غیرت کا پانی خشک ہو جانے سے آنکھیں اشکبار نہیں ہوتیں تو مر جائیے کہ ڈوب مرنے کیلئے اس سے بہتر موقع نہ پاسکو گے۔

بہت سعی کیجئے تو مر رہے میر بس اپنا تو تباہی مقدور ہے

سقوطِ ڈھاکہ سے ایک ہفتہ سب احساس و شعور کی ساری توانائی یاس و تنوط کے سامنے بے بس ہو چلی تھی اور کچھ نقشِ آغاز میں قلمِ اعتراضِ عجز پر مجبور تھا۔ تو آج جبکہ یہ واقعہ ہانک اور قیامت کبریٰ ایک حقیقت بن چکا ہے تو کسے تاب ہے کہ برصغیر کے تقریباً بیس کروڑ

مسلمانوں کے سانحہ مرگ پر مجلس عزاء برپا کر سکے برصغیر میں اپنی ہزار سالہ عظمتوں کی مرثیہ خوانی کر سکے اور کہتے کورہ کیا گیا ہے۔ — یلیننی مت قبلے هذا وکذبت، لنسباً مستیلاً — نہیں ہے طاقت گفتار اور اگر ہو بھی تو کس امید پر کہتے کہ مدعا کیا ہے۔

خلافتِ نبیؐ کی تباہی کا ماتم کرتے ہوئے مورخ کبیر غلام ابن اثیر کو کئی سال ترود رہا۔ قلبی کیفیت کو چھپانہ سکے اور لکھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی شہر موت سنانا کس کو آسان ہے اور کس کا بگر ہے کہ ان کی ذلت و رسوائی کی داستان سنائے۔ کاش! میں نہ پریا ہوتا۔ کاش! میں اس واقعہ سے پہلے مر چکا ہوتا اور بھولا بسر ہو جاتا۔ (الکابلۃ ص ۱۳۷) مگر آج کی یہ ذلت فاضلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ہماری پوری تاریخ کا ذیل ترین سانحہ ہے۔ بابل کا بابر بادشاہ بخت نصیر یروشلم سے ایک لاکھ یہودیوں کو قیدی بنا کر لے گیا تھا کہ ان کی ذلت و مسکنت کی انتہا ہو چکی تھی مگر عہد اسلام تو اس مثال سے نا آشنا ہے۔ مسلمان اور شکست مومن اور ہتھیار ڈالنا تو اتنی متضاد چیزیں ہیں جتنا کہ قزو اسلام اور کفر اسلام کی تاریخ میں نہایت شاخ و نادر مثال فتوحات عراق میں صرف ایک جگہ ملتی ہے کہ نہایت مجبوری کی وجہ سے چند لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا جبکہ ساتھیوں نے میدانِ جیت کر دم لیا پھر بھی اس واقعہ کا اتنا افسوسناک اثر ہوا کہ جن لوگوں کو پیچھے ہٹنا پڑا وہ مدتوں خانہ بدوش پھرتے رہے۔

شرم سے اپنے گھروں کو نہیں جاتے تھے۔ اکثر رویا کرتے اور لوگوں سے منہ چھپاتے پھرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں یہ خبر پہنچی تو ماتم پڑ گیا۔ جو لوگ مدینہ پہنچ کر روپوش تھے اور شرم سے باہر نہیں نکلتے تھے حضرت عمرؓ ان کے پاس جا کر تسلی دیتے تھے اور کہتے تھے کہ تم ارحم الراحمین فتمتہ میں داخل ہو مگر ان کو اس تاویل سے تسلی نہیں ہوتی تھی۔ (الفاروق)

مگر چرخِ نیلگوں نے یروشلم کے بعد پہلی مرتبہ ڈھاکہ سے ایک لاکھ قیدیوں کی شکل میں تاریخ کو دہراتے دیکھا پھر کیا یہ ہماری بے مثال ذلت کی شہادت نہیں؟

فلک بان اللہ لم یلب مغیراً
یہ قدرت کا قانون ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمتوں
نعمۃ النعماء علی قوم حق
کی بے قدری کرنے والوں کو ذلت اور نامرادی
یغیر و اما بالفساد
کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ وہ قیم خود اپنی حالت

نہ بدل ڈالے۔

پھر کیا یہ اسلام کی شکست ہے؟ کیا نصرتِ خداوندی اس پر عصرِ حاضر کے ظالم اور باطل طاقتوں کا سامنا نہیں کر سکتی؟ کیا حق باطل کے سامنے سپر انداز ہو چکا ہے؟ اور سب سے

بڑھ کر یہ کہ کیا خداستے ہی و قیوم سونمات کہ مردہ اور جامد پتھروں کے سامنے عاجز اور بے بس ہو چکا ہے؟ نہیں ہزار بار نہیں۔ اپنی رسوائی اور ناکامی کو اسلام کے سر بھونپنے والو کیا یہ اسلام اور کفر کا مقابلہ تھا۔ اور کیا آخری مقابلہ ہو چکا ہے؟ کیا بدو حنین اور یرموک و تادوسیتہ مانوں کے نہیں ہندوؤں کے معرکہ ہائے خونیں تھے؟ کیا بحر الکاہل کی قتل عام موجوں کو چیر کر جبل الطارق پر علم توحید نصب کرنے والے کوئی اور تھے۔ کیا پانی پست اور میسور کے میدان کسی اور کے خون سے لالہ زار بنے تھے؟ کیا برصغیر میں پھیلے ہوئے شکستہ کھنڈرات کسی اور کے عہد اقبال کی شہادت دے رہے ہیں؟ اور کیا جلال و ہیرویت کا سرچشمہ خدا کے بزرگ و برتر ہندو کی بے جان مورتیوں سے شکست کھا سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ حق و باطل کی پوری تاریخ میں ایسی کوئی شہادت نہ پاسکو گے۔ پھر یہ کیا تھا۔؟ یہ شکست قانون مکافات عمل کا ظہور اور شامت اعمال کا نتیجہ تھا۔ وما ظلمهم الله ولكن كانوا انفسهم يظلمون۔ نصرت اور قوت خداوندی تو ہمیشہ قائم اور دائم رہنے کے لئے ہے۔ اور کسی کو اس پر یقین نہ ہو تو پھر اسے چاہئے کہ اوپر کی طرف ایک رسی تان کر اس کا پھندا بنائے اور اس طرح اپنے گلے میں پھانسی لگا دے۔ من كان ليظن ان من ينصره الله في الدنيا والآخرة فليمدد بسبب الى السماء ثم ليقطع فليظن هل يذ هبون كيداً ما ليخيط۔

پس یہ اسلام کی شکست نہیں جو ایک ابدی حقیقت اور سرمدی صداقت ہے۔ بقا اس کی معیت اور فنا اس سے گریز میں ہے۔ بلکہ یہ تو خروج و زوال امم کے لئے اللہ کے اہل قوانین اور سنت اللہ کا ٹھیک ٹھیک ظہور ہے۔ ذرا بھی اپنے شکستہ دل کے گوشوں میں اس المیہ کے اسباب ٹٹو لو گے تو یہ نتائج تعجب خیز نہیں بلکہ سنت اللہ کے عین مطابق معلوم ہوں گے۔ ایسا نہ ہوتا تو اس سنت کی تبدیلی سب کو مخیرت کر دیتی۔ پس یہ رسوائی اسلام کی نہیں بلکہ اللہ کے مخلص بندوں کی ہے بلکہ اعمال کا سنگد لاندہ رد عمل اور گھناؤنا انتقام ہے۔ نفاق اور کھوکھلے نعروں کی شکست قول و عمل کے تضاد اسلام کو نعرہ فریب و استحصال بنانے کی شکست ہے۔ یہ عیاری، غاشپی اور بے حیائی کی شکست ہے۔ یہ اختلاف و انتشار اقتدار کے لئے رستہ کشی کا نتیجہ ہے۔ یہ میکیا ولی سیاست کی موت ہے کہ فاروقی سیاست تو غالب رہنے کیلئے تھی۔ یہ خود غرضی اور ہوس اقتدار کا وبال ہے اور گاڑی ہلاکت اور بربادی کی اپنی اسی منزل میں جاگری ہے جس کی راہ پر ہم نے اسے ڈال دیا تھا۔

اب ہم لاکھوں تحقیقاتی کمیشن قائم کریں، جو اسباب ٹٹولیں۔ ایک دوسرے کو

قربانی کا بکرا بنا کر اپنے مجرم ضمیر کی آسودگی کا سامان کریں۔ ہماری عظمت کا قصر رفیع جو پوند خاک پر چکا ہے۔ بلند نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ یغیر واما بالنفس۔ لٹی ہوئی آبرو تحقیقاتی کمیشنوں سے واپس نہیں ہو سکتی۔ نہ نفس اور قوم کو فریب دینے کے لئے اس سعی لا حاصل کی ضرورت ہے۔

جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا کریدتے ہو جواب رکھ جستجو کیا ہے

اپنی حالت بدلنے کی بجائے ان ابلہ فریبیوں میں پڑنے والو کہیں کلک تقدیر نے یہ کہہ کر پوری قوم کو صفحہ ہستی سے مٹانے کا حکم تو نہیں دیا کہ ع۔ ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

— بیشک مایوسی کفر اور یاس و قنوط پیغام موت ہے مسلمان مایوس نہیں ہوتا لیکن وہ اسلام جو مردہ قوموں کے لئے حیات جاودانی کا مزدہ بنتا تھا۔ اس پر سے عرصہ آزادی میں کبھی اپنا یا گیا۔ اپنا یا ہوتا تو یہ روز بد کیوں دیکھتے۔ پھر آج امید و بیم کی دنیا بسائی جائے بھی تو کیسے؟ ہمارے پاس رہ کیا گیا۔

ہے۔ چند آنسو چند حسرتیں اور چند آہیں۔ قوم کا ساز حیات ٹوٹ چکا ہے اور وہ جسے ہم عالم اسلام کا حصار کہتے تھے خود ہمارے ہاتھوں ٹوٹ چکا ہے۔ ہم نے صلاح الدین کی آبرو مسجد اقصیٰ یہودیوں کے ہاتھوں لٹا دی، وسط ایشیا، سمرقند و بخارا میں اپنی سرخوئیوں کا خزانہ اپنے ہاتھوں دفن کیا۔ اسپین اور سسلی میں اپنی متاع عظمت و شوکت تاراج کرنے والو آج ہند میں محمود غزنوی کی قبائے عزت و افتخار بھی ہمارے ہاتھوں تار تار ہو چکی ہے۔ مگر ہمارے شتر تباہی اور ہوسناکیوں میں لمحہ بھر کینے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم میں سے کتنے ہیں جنہیں اس مصیبت کبریٰ کا واقعی احساس ہے۔

کتنی آنکھیں خونبار ہو چکی ہیں کتنے قلوب فرط غم سے پھٹ چکے ہیں اور کتنے ہیں جو زندگی کی رنگینیوں کو چھوڑ کر دشت و صحرا کے ویرانوں کو اپنی آہ و بکا سے آباد کر چکے ہیں اور کتنے ہیں جنہیں اب اس "عظیم المیہ" سے سبق لینا ہے۔ اٹھو دیکھو پورا برصغیر اسلام کا عزت کدہ بن چکا ہے۔ اور اگر تمہارے مقدر میں رونما ہی رہ گیا ہے تو اٹھو اور اپنے نالہ و شیون سے عالم فحاک میں تہلکہ مچا دو شاید رب السموات والارض کو ہماری لپٹی اور بے بسی پر ترس آجائے۔ مسلمانو!

سقوطِ ڈھاکہ وقتی حادثہ نہیں یہ ہند میں تمہارے اسلام کی تیرہ سو سالہ عظمتوں اور قربانیوں کا جنازہ ہے۔ اب تمہیں روٹی کپڑا اور مکان کی نہیں کھوئے ہوئے لباس مجد و شرف کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس حال پر خوش ہو تو یاد رکھو کہ خدا کی بستی میں اس لباس سے تنگی قوم کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ یہی ہے زندگی تو زندگی سے تو تھچی کہ انسان عالم انسانیت پر بار ہو جائے۔

واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیلے۔

کسب الحق

۱۲ جنوری ۲۰۱۹ء